جنگ سے واضح ہو گیا ہے کہ یہ اتنا اچھا سودا ہے کہ اس میں کوئی رخنہ نہ آنا چاہیے۔

عراق کی تباہی کے لیے اتحادیوں کی آمادگی، مہینوں تک کویت کو جلتے رہنے دینا اور لاکھوں انسانوں کو بے گھر کر دینا، کیا انصاف کے لیے ہوا ہے؟ یہ بات آسانی سے سمجھ میں نہیں آتی۔ پوچھا جاسکتا ہے کہ شمال کے یہ امیر ملک کھلی بے انصافی کے خلاف کہیں اور بھی کبھی اتنے متحرک رہے ہیں؟ اِس سُرعت کا مظاہرہ فلسطین، لبنان یا قبرص میں نہیں کیا گیا۔

اِس میں شک نہیں کہ شمال کے بہت سے لوگ پورے خلوصِ نیّت سے مشرقِ وسطیٰ میں آزادی اور جمہوریت دیکھنے کے خواہش مند ہیں مگر مشرقِ وسطیٰ کو مستحکم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جمہوریت و آزادی اس معاشی نظام کو تبدیل کرتے ہوئے نہ آئے جِس میں یہ خطہ ایک طرف شمال کی مصنوعات کے لیے منڈی ہے اور دوسری طرف اسے سستے داموں خام مال مہیا کرتا ہے۔

مشرقِ وسطیٰ میں سیاسی کشادگی کا ہدف حاصل کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ شمال کے امیر ملک علاقے کو مقامی لوگوں اور اُن کی خواہشات کے حوالے سے دیکھنا شروع کر دیں۔ اگر شمال کے یہ ملک تیسری دُنیا کے لوگوں کی ترجیحات کی حمایت کرنا شروع کر دیں تو آخر الامر اس سے پوری دُنیا کو فائدہ ہوگا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو نیو ورلڈ آرڈر کی باتیں سراسر گمراہ کُن ہیں۔

بنگلہ دیش

"کیتھولک آبادی میں اضافہ مسلسل جاری ہے۔"

"کیتھولک نیوز" کے تجزیے کے مطابق ایک ایسے ملک میں جِس کی ۸۵ فیصد آبادی اسلام کی پیروکار ہے اور عیسائی کل آبادی کا صرف ایک فیصد ہیں، کیتھولک مشنریوں کو بڑی مشکل حالات کا سامنا ہے تاہم فادر فرانسس زنانی بنگلہ دیش میں اپنے کام سے پُر امید ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ دیہی علاقوں کے قبائلی گروپوں میں عیسائیت اختیار کرنے والوں کی تعداد "بڑھ رہی ہے۔" لیکن "یہ اتنی نہیں جتنی توقع کی جاتی ہے۔" ایسا ہوتا ہے کہ ایک گروہ نے عیسائیت قبول کی اور پھر واپس حلقۂ اسلام میں چلا گیا۔"

حالیہ اعداد و شمار کے مطابق بنگلہ دیش میں کیتھولکوں کی تعداد دو لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ اپنے طور پر یہ تعداد کم نہیں لیکن وسکونسن کے رقبے کے برابر اِس ملک میں بارہ کروڑ کی آبادی ٹھنسی ہوئی ہے اور یوں عیسائی آبادی بہت تھوڑی محسوس ہوتی ہے۔

جناب زنانی کہتے ہیں کہ کیتھولک اقلیت میں ہونے کے باوجود مسلم اکثریت کے استبداد کا شکار نہیں۔ "یہاں کے مسلمان بہت فراخ دل ہیں۔ ابھی تک مجھے کسی بڑے مسئلے سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔ اگرچہ آپ کو کچھ دیہات میں بنیاد پرستوں سے بھی واسطہ پڑ سکتا ہے۔"

"سینٹ فرانسس زیوئر کے سلسلے" سے وابستہ اطالوی نژاد فادر زنانی گذشتہ دس سال سے بنگلہ دیش میں رہائش پذیر ہیں۔ اُنہوں نے عرب دُنیا کے مطالعے کو اپنا خصوصی موضوع بنا لیا ہے۔ وہ ایک دینیاتی مدرسے میں پڑھاتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ اس وقت ڈھاکہ میں ہولی کراس کالج اور نوٹرے ڈیم کالج کی شکل میں کیتھولکوں کے دو اعلیٰ تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح سینٹ گریگوری اور سینٹ جوزف ڈھاکہ میں دو بہترین سیکنڈری اسکول ہیں۔ بنگلہ دیش کا اعلیٰ طبقہ اپنے بچوں کو ان ہی اسکولوں میں بھیجتا ہے۔ لیکن وہ کیتھولک مذہب اختیار نہیں کرتے۔"

"بنگلہ دیش میں پروٹسٹنٹ مشنری زیادہ تر آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، جرمنی اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے بپٹسٹ ہیں۔ اِس کے برعکس کیتھولک پادریوں کی اکثریت یورپ بالخصوص اٹلی اور اسپین سے تعلق رکھتی ہے۔"

"بنگلہ دیش ۱۹۷۱ء میں آزاد ملک کی حیثیت سے وجود میں آیا تاہم علاقے میں کیتھولک مذہب کی تاریخ زیادہ پُرانی ہے۔ امریکہ کے ایک ہولی کراس پادری فادر رچرڈ ٹِم نے، جو ۱۹۵۲ء میں سائنس پڑھانے یہاں آئے تھے، بتایا کہ اِس علاقے میں اُن کے سلسلے کے پادری ۱۴۰ سال قبل آئے تھے۔

پاکستان

"وزیراعظم مسیحی برادری کے مسائل حل کرنے میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔" طارق قیصر

"پاکستان مسیحی پارٹی" کے چیئرمین اور اقلیتی رکن قومی اسمبلی جناب طارق قیصر نے راولپنڈی میں اپنے اعزاز میں دیے گئے ایک استقبالیہ میں شرکت کی اور ضلع راولپنڈی کی مسیحی برادری کے مسائل سُنے۔ اُنہوں نے مسائل جلد حل کرنے کا وعدہ کیا اور استقبالیہ میں شریک لوگوں کو بتایا کہ وزیر اعظم پاکستان مسیحی برادری کے مسائل حل کرنے میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔ جناب طارق قیصر نے مسیحی برادری سے اپیل کی کہ وہ باہم متحد رہے۔ (روزنامہ جنگ، راولپنڈی۔ ۱۴ مارچ ۱۹۹۲ء)